محمد اسحاق بھٹی

ایک حدیث

عن المقداد بن معدیکرب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ما اکل احد طعاماً قط خیراً من ان یاکل من عمل یدیہ، وان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل یدیہ۔ (صحیح بخاری، کتاب البیوع باب کسب الرجل و عملہ بیدہ)

حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کا بہترین رزق وہ ہے جو اس نے اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمایا ہو۔ بے شک اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی محنت سے روزی کماتے تھے۔

اس حدیث کو انسان کے عمل و حرکت، جدوجہد اور سعی و کوشش کے سلسلے میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس میں ہر شخص کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی تاکید کی گئی ہے اور کسبِ مال اور طلبِ رزق کے لیے تگ و دو کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

اسلام لوگوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ بے کار نہ رہو اور کسی پر بوجھ نہ بنو۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنا اور دوسرے سے توقع رکھنا کہ وہ اسے کچھ دے اور اس کی مالی مدد کرے، اسلام کی معاشی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ اس سے انسانی شرف و مجد مجروح ہوتا ہے اور خود داریٔ نفس کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ وہ رزق جو انسان خود کما کر نہیں کھاتا اور محنت و مشقت سے حاصل نہیں کرتا، وہ انسان کو ناکارہ بنا دیتا ہے اور اس کی تگ و تازِ فکر و عمل کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلانے اور مانگنے سے سخت الفاظ میں منع کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم گھوڑے پر سوار ہو اور تمھارے ہاتھ سے چابک گر جائے تب بھی کسی سے یہ نہ کہو کہ وہ زمین سے چابک اُٹھا کر تمھارے ہاتھ میں تھما دے۔ اس ارشادِ گرامی کا مطلب درحقیقت کسی کے آگے دست سوال دراز کرنے اور کسی کا محتاج ہونے سے روکنا ہے۔ احتیاج اور سوال وہ فعل ہے جو انسان میں بُزدلی اور جُبن کے جراثیم پیدا کرتا ہے اور سخاوت اور علوِّ ہمت کو ختم کرنے کا باعث بنتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو محنت مزدوری سے رزق حاصل کرنے کا حکم دیا، حالاں کہ مدینے کے لوگ نہایت نرم خو اور رحم دل تھے اور مہاجرین کی ہر قسم کی مدد کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرینِ مکّہ کو انصارِ مدینہ کی امداد پر انحصار کرنے کی اجازت نہیں دی، خود مہاجرین نے بھی اسے پسند نہیں کیا۔ اور انصار مدینہ کی پیش کش کو قبول کرنا خودداریٔ نفس کے منافی قرار دیا۔ اپنا کام آپ کرنا اور اپنے ہاتھ سے کما کر رزق حاصل کرنا ہی ان کے نزدیک ضروری ٹھہرا۔

جو لوگ دوسروں کے دستِ نگر ہوتے ہیں اور حصولِ رزق کے ایسے ذرائع تلاش کرتے ہیں جن میں محنت و مشقت نہیں کرنا پڑتی، ان کو معاشرے میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ ہر شخص ان کی تحقیر کرتا اور ان سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ عزت و احترام کا مستحق اسی شخص کو سمجھا جاتا ہے جو حصولِ رزق کے لیے محنت کرتا اور کسبِ حلال سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالتا ہے۔

اس ضمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کس درجے عظمت و رفعت کا حامل ہے کہ الید العلیا خیر من ید السفلیٰ (اونچا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے کہیں بہتر ہے) یعنی ہاتھ کی اونچائی اور بلندی خیر و برکت کا عمدہ ترین پیمانہ ہے۔ اونچا ہاتھ تعبیر ہے سخاوت سے اور نیچا ہاتھ عبارت ہے، کچھ لینے سے۔ مطلب یہ کہ اونچے ہاتھ سے صدقات و خیرات کا تسلسل جاری رہتا ہے، لہٰذا یہ ہاتھ اس ہاتھ سے بدرجہا بہتر ہے جس میں خیرات کا مال

گرتا اور وہ اسے قبول کرتا ہے۔

آنحضرت کے ان الفاظ میں فلسفہ یہ پنہاں ہے کہ سوال کرنے والا اور محنت سے جی چرانے والا شخص ذہنی اور نفسیاتی اعتبار سے اپنے آپ کو حقیر اور کمزور سمجھنے لگتا ہے، لوگوں کی نظروں میں بھی گر جاتا ہے۔ اس کے برعکس مشقت سے کمانے اور اپنے ہاتھ سے روزی حاصل کرنے والا شخص معاشرے میں گردن اونچی کر کے چلتا ہے اور ہر حلقے میں اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اس حدیث میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روزی کماتے تھے اور اللہ کے نزدیک ان کا یہ عمل نہایت پسندیدہ تھا۔

صحیح بخاری کے نامور شارح شیخ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام دُعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ ایسی صورت پیدا فرما دے کہ میرے لیے اپنے ہاتھ سے کمائی کرنا آسان ہو جائے۔ میں بیت المال پر اپنی معاشی ضروریات کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اس دُعا کو اللہ نے اس طرح شرفِ قبول بخشا کہ ان کے ہاتھ میں لوہے اور فولاد کو موم کی مانند نرم کر دیا۔ جب وہ زرہ بناتے تو فولاد کو جس طرح چاہتے کام میں لاتے۔ وہ ان کے ہاتھ کی گرفت میں آکر آسانی سے ہر قسم کے سانچے میں ڈھل جاتا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام اس عالمِ آب و گِل کے پہلے شخص ہیں، جنھوں نے ایسی زرہیں ایجاد کیں جو لوہے کی باریک اور نرم زنجیروں کے حلقوں سے بنائی جاتی تھیں اور ہلکی پھلکی ہونے کی وجہ سے میدانِ جنگ کے سپاہی اُنھیں پہن کر آسانی سے نقل و حرکت کر سکتے تھے، اور دشمن کے وار سے محفوظ رہنے کا وہ بہترین ذریعہ تھیں۔

صحیح بخاری کے ایک اور ممتاز شارح حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس حدیث کی شرح کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین کو اگرچہ بیت المال سے بقدرِ ضرورت وظیفہ لینا جائز ہے، تاہم افضلیت اس میں ہے کہ وہ بیت المال پر اپنا معاشی بوجھ نہ ڈالے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت وہ تمام رقم واپس کر دی تھی جو

اُنھوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں بیت المال سے وظیفے کی صورت میں وصول کی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق کے اس عمل سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حکومت اسلامی کے ارکان کو ملک کے خزانے پر بوجھ بننے سے احتراز کرنا چاہیے، بالخصوص ان حضرات کو تنخواہ وغیرہ کی صورت میں کچھ نہیں لینا چاہیے، جو اصحاب حیثیت اور کھلتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہوں۔

ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ جن لوگوں نے قوّتِ بازو سے کام لیا اور اپنے ہاتھ سے کما کر رزق حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی، اُنھیں اگرچہ کتنے ہی نامساعد اور ناموافق حالات سے گزرنا پڑا لیکن وہ زندگی میں کامیاب رہے اور مشکلات کی منزلوں کو طے کر کے اپنے مقصود کو پا گئے۔

اس کے برعکس جو لوگ ہمت ہار کر بیٹھ گئے، دوسروں پر غلط طور سے اعتماد کیا اور خود آگے بڑھنے کی کوشش نہ کی، وہ ناکام رہے اور معاشرے میں کوئی اہم مقام حاصل نہ کر پائے۔ لوگوں نے ان کو بے کار اور نکمّے قرار دیا اور کسی نے ان کو قابل التفات نہ گردانا۔

نکمّے، ناکارہ اور کام چور لوگوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ وہ لوگ بھی ان میں شامل ہیں جو مختلف محکموں میں اونچے مناصب پر فائز ہیں اور ہزاروں روپے ماہانہ تنخواہ پاتے ہیں، مگر جو کام ان کے سپرد ہیں اور جن امور کی انجام دہی پر اُنھیں مامور کیا گیا ہے، اس کی طرف بالکل ان کا دھیان نہیں ہے۔ نہ وہ وقت پر دفتروں میں جاتے ہیں اور نہ اپنے فرائض منصبی ادا کرتے ہیں۔ اگر دفتر جائیں بھی تو جا کر باتیں کرتے اور گپیں ہانکتے ہیں یا دفتروں سے کسی نہ کسی شکل میں مال کھانے کی کوشش کرتے ہیں ایسے لوگ دفتروں پر بوجھ اور معاشرے پر بار ہیں۔ ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ اگر وہ خود اپنی اصلاح نہیں کرتے تو دوسروں کو چاہیے کہ ان کو اپنے اس اخلاق و کردار کی اصلاح کرنے کے لیے توجہ دلائیں۔

بہتر اور اچھے لوگ وہ ہیں جو دُنیا میں محنت اور جدوجہد کرتے ہیں، ناموافق حالات کا مقابلہ کرتے ہیں، دوسروں کا سہارا تلاش کرنے کے بجائے خود آگے بڑھنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں اور جن فرائض کو سرانجام دینے پر انھیں متعین کیا گیا ہے، حسن و خوبی اور ذمے داری کے ساتھ ان فرائض کو سرانجام دیتے ہیں - یہ لوگ صحیح طور پر ملک و قوم کے خادم اور وفادار ہیں -

---

سطعات! تصنیف: حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی
ترجمہ: مولانا سید محمد متین ہاشمی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نہ صرف برصغیر پاک و ہند کی عظیم شخصیت تھے بلکہ ایک بہترین مصلح، معروف مصنف، مشہور عالم دین، بے مثال مفسر، محدث اور فقیہ ہونے کی حیثیت سے اپنے دور میں عالم اسلام کی نہایت قابل فخر ہستی تھے۔ ان کی تصنیفات اہل علم کے لیے مشعل راہ کا درجہ رکھتی ہیں ۔ شاہ صاحب کی گراں قدر تصنیفات میں "سطعات" کو منفرد حیثیت حاصل ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے احکام شریعت کے اسرار و مصالح بیان فرمائے ہیں، جن کی وضاحت سے موجودہ عقلیت پسند دور میں نئی پود کے ذہنوں میں اُبھرنے والے شکوک بالکل رفع ہو جاتے ہیں - فاضل مترجم نے کمال مہارت سے اس کتاب کو اُردو زبان کے قالب میں ڈھال دیا ہے اور حل طلب مقامات پر حواشی تحریر کر کے کتاب کو بہت وقیع بنا دیا ہے - ایک جامع مقدمہ بھی انھوں نے کتاب پر لکھا ہے جس میں شاہ صاحب اور ان کے خاندان کی خدمات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے -

کل صفحات ۱۹۲ ——— قیمت: ۶۰ روپے

ملنے کا پتہ: ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور